گارسیا مارکیز کے تصورِ اسلوب کے چند زاویے

ڈاکٹر سیدہ عطیہ خالد
لیکچرار پی ایم او، اکیڈمکس، ٹیکسلا

STYLE OF GARCIA MARQUES

Syeda Ateya Khalid, PhD
Lecturer PMO, Academics, Texalla

Abstract

Gabriel Garcia Marquez was one of the greatest Colombian novelist of the 20th century. He was awarded with the Nobel prize for literature after the publication of his novel One Hundred Years of Solitude .Besides fiction, he wrote screen plays and continued to work as a journalist. He was considered to be one of the founders of magic realism and unique stylist of writing blended fantasy and reality to make magical realism. The language utilized in his fiction is enriched by the folklore of his people, culture and place of origin Aracata. This article highlights some elements of his style which surprised his readers.

Keywords:

گارسیامارکیز، کولمبیا، مافوق الفطرت، تنہائی کے سو برس، تہذیبی، ثقافتی

گیبریئل گارسیا مارکیز ۶ مارچ ۱۹۲۷ء کو (Aracataca) کولومبیا (Colombia) میں پیدا ہوئے جو لاطینی امریکہ کا دوردراز ملک ہے اور ان کی وفات ۱۷/اپریل ۲۰۱۴ء، میکسیکو شہر، میکسیکو میں ۸۷ برس کی عمر میں ہوئی۔ وہ ہسپانوی زبان کے بے مثل ادیب ہیں جنھیں بحیثیت ناول وافسانہ نگار، صحافی اور اسکرین پلے رائٹر عالمی شہرت حاصل ہوئی۔ ان کی ادبی سرگرمیوں کا آغاز طالب علمانہ زندگی میں ہی ہو گیا تھا جبکہ اُنھوں نے چند سال قانون کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد صحافت کو بطور پیشہ اختیار کیا۔ ہسپانوی زبان میں "Cien anos de soledad,1967" جس کا انگریزی ترجمہ "One Hundred Years of Solitude,1970" اور اُردو ترجمہ ''تنہائی کے سو برس'' کے عنوان سے کیا گیا، کی بے پناہ مقبولیت کے بعد گیبریئل گارسیا مارکیز کو ۱۹۸۲ء میں ادب کا نوبیل انعام ملا۔ اس ناول کی اشاعت سے قبل بھی اُن کے کئی عمدہ ناول قارئین میں بہت مقبول رہے۔ ان میں ''پتوں کا طوفان'' "Leaf Strom and Other Stories," ''کرنل کو کوئی خط نہیں لکھتا'' "No One Writes to the Colonel"، ''منحوس وقت''، "In Evil Hour"، ''سردار کا زوال'' "The Autumn of the Patriarch" اہم ہیں۔ ادب کے نوبیل انعام کے بعد ان کے تمام ناولوں کو بے انتہا عالمی شہرت نصیب ہوئی۔ خصوصاً ''پیش گفتہ موت کی روداد''، "Chronicle of a Death Foretold" اور ''وبا کے دنوں میں محبت''، "Love in the Time of Cholera" کا ادبی مقام ادب کے کسی سنجیدہ قاری کے لیے اجنبی نہیں۔ گارسیا مارکیز جیسے عالمی شہرت یافتہ ادیب کی بحیثیت فکشن نگار، جس چیز نے قاری کو بے حد متاثر کیا، وہ ان کا اسلوب تحریر ہے۔ گارسیا مارکیز نے ایسا حیرت انگیز اسلوب وضع کیا جو کہانی کے اختتام تک قاری کی دلچسپی قائم رکھتا ہے۔ نہ صرف اُن کا اسلوب بلکہ اُن کی کہانیوں کے واقعات بھی طلسماتی اور مافوق الفطرت عناصر پر مبنی ہوتے ہیں۔ یقیناً گارسیا نے ایسے ہی تخیلاتی اور مافوق الفطرت واقعات کے بیانیہ کے لیے اسلوب بھی انوکھا وضع کیا جبکہ اُنھوں نے ہر نئے ادیب کو یہ پیغام بھی دیا ہے کہ ہمیشہ ایسے واقعے کو قلم بند کرے جس کے ساتھ اس کا کوئی تعلق ہو، کیونکہ جس واقعے کو دیکھا گیا ہو یا ادیب کی ذات سے جس کا تعلق ہو، اسے لکھنا آسان ہوتا ہے۔ گارسیا کا یہ بھی کہنا ہے کہ قاری یہ بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ لکھنے والا سنی سنائی کہانی لکھ رہا ہے یا تجربات کو موضوع بنا رہا ہے جب کہ گارسیا مارکیز کا اپنی تحریروں کے حوالے سے یہ بھی کہنا ہے کہ وہ حقیقت نگار ہیں، جو محسوس کرتے ہیں، دیکھتے ہیں، قاری تک پہنچاتے ہیں۔ ''مشکل یہ ہے کہ بہت سے لوگ یہ مانتے ہیں کہ میں تخلیقی کہانی کار ہوں۔ حقیقتاً میں ایک حقیقت پسند انسان ہوں جو محسوس کرتا ہوں ان حقائق کو تحریر کے ذریعے ظاہر کرتا ہوں۔''(۱) ان کے اس بیان سے یہ بات واضح

ہوتی ہے کہ یقیناً گارسیا کسی حقیقی واقعے سے اتنا متاثر ہوتے ہیں کہ اسی کو قلم بند کرتے ہیں لیکن اُن کا قاری اُن کو تخلیقی کہانی کار سمجھتا ہے۔ یقیناً گارسیا اس واقعے سے بہت آگے ممکنات کی دنیا تک اپنی تخیل کی سرحد کو وسیع کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہی سرحد وسیع تر ہوتے ہوتے مافوق الفطرت عناصر کی دنیا تک پھیل جاتی ہے۔اس حد تک گارسیا کا بیان درست مانا جا سکتا ہے کہ ان کی تحریر کا محرک کوئی حقیقی واقعہ ہی ہے۔

گارسیا قاری کے اس رویے پر حیرت کا اظہار بھی کرتے ہیں کہ اُن کا قاری ان کی تحریروں میں موجود تخیل کی تعریف کرتے ہیں حالانکہ وہ اپنے انٹرویو میں کہتے ہیں کہ لکھنے والا کچھ بھی لکھ سکتا ہے، اگر وہ کہانی کے ان ہونے پن کا یقین قاری کو دلا سکے۔یہاں گارسیا اپنے قاری کو یہ تاثر دیتے دکھائی دیتے ہیں کہ ان کی کہانی کے واقعات ان ہونے پن کا شکار ہیں، جو روز مرہ کی زندگی سے بہت دور ہیں اور یقیناً قاری کے مشاہدے میں نہیں آسکے۔لیکن اس سے یہ مطلب اخذ کرنا بھی غلط ہے کہ واقعات حقیقت سے دور اور تخیل کے نزدیک ہیں۔اگر گارسیا کے اس بیان کو درست مانا جائے تو ان کی اس بات میں کس حد تک صداقت محسوس کی جا سکتی ہے کہ'' حقیقی واقعات سے ممکنات کی تخلیق کرنا ہی ناول نگار کا کام ہے۔ایک مستقبل جاننے والے کا کام ہے۔''(۲)۔یقیناً گارسیا مارکیز اپنے قارئین کو یقین دلانے میں ناکام ہوئے ہیں کہ وہ محض اپنے تجربات کو موضوع بناتے ہیں جبکہ اُن کا متن (Text) اُن کے بیان کی تکذیب کرتا نظر آتا ہے۔ہم گارسیا کے ہاں واقعاتی سطح پر بھی تخیلاتی عناصر کا ادراک کر سکتے ہیں اور بیانیہ کی صورت میں بھی ہمیں ایک الگ دنیا نظر آتی ہے۔'تنہائی کے سو برس'' (ناول) کی ابتدا میں ہی ''پروڈینسوا گویلاز'' کا کردار جسے جوزے ارکیڈو بوئندا نے قتل کر دیا تھا، اور قتل کے بعد اس کا جیتا جاگتا رویہ، غیر حقیقی اور مافوق الفطرت ہے۔اس کردار کی حرکات وسکنات پر قاری کا یقین کرنا مشکل ہی نہیں، ناممکن بھی ہے۔(۳) لیکن گارسیا مارکیز نے عقائد، روایات، مقامی اساطیر کی مدد سے ایسا بیانیہ تشکیل دیا جو حقیقی اور غیر حقیقی عناصر کا اتنا انوکھا امتزاج رکھتا ہے کہ اس نے قاری کو حیران کر دیا۔ادبی نقادوں نے اسے جادوئی حقیقت نگاری (Magical Realism) کا نام دیا اور دیکھا جائے تو یہ درست معلوم ہوتا ہے۔اُن کے ناول'' تنہائی کے سو برس'' میں اس بیانیہ اور جادوئی حقیقت نگاری کے عناصر مکمل صورت میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

گارسیا مارکیز کا یہ بھی خیال ہے کہ ان کے موضوعات انوکھے پن کا شکار نہیں ہیں بلکہ جزائرالعرب کی حقیقت داستانوی تصورات سے ملتی جلتی ہے۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلوب بیان کسی عام روزمرہ حقیقت کو طلسماتی بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے؟۔یقیناً گارسیا مارکیز کے موضوعات زندگی کی عام

روش اور تجربے سے ہٹ کر ہوتے ہیں چونکہ کولوبیا، مارکیز کی جنم بھومی ہے، جغرافیائی حوالے سے دیکھا جائے تو کریبئین ساحل اور برازیل مل کر لاطینی امریکہ کا وہ حصہ ہیں جو افریقہ سے قریب ترین ہے۔اس طرح افریقہ کی متنوع تہذیبی اور ثقافتی ہیئتوں کے گہرے اور دوررس اثرات کولوبیا کے باشندوں کی زندگی کا حصہ ہیں۔یہ ایسا کرۂ ارض ہے جہاں حقیقت کا تخیل سے گہرا رشتہ ہے۔مارکیز کہتے ہیں:

> ''میں صرف اپنے لوگوں کے طرزِ زندگی یعنی کریبئین طرزِ زندگی سے اثر لیتا ہوں۔آپ میری کوئی کتاب اٹھالیں۔میں آپ کو بتا سکتا ہوں کہ کس سطر کے پیچھے کون سی حقیقت اور کون سا واقعہ ہے۔''(۴)

ان اثرات کے علاوہ مختلف خطوں اور تہذیبوں میں سفر کے ذریعے بھی مارکیز کو اپنی تہذیبی تشکیل میں مختلف کلچر کی باہم آمیزش کا شعور حاصل ہوا چنانچہ وہ سفر اور اس سے حاصل شدہ مسحور کن تجربات کو تخلیقی شعور کا حصہ بناتے ہیں۔بنیادی طور پر وہ اپنے تجربات کو بچپن کی یادوں اور ماضی کے ساتھ ہم آہنگ کر کے بنیادی تخلیقی فکر حاصل کرتے ہیں اور تجربات کے ماضی و حال میں تلازماتی آہنگ پیدا کرتے ہیں۔انھیں اپنی بچپن کی یادوں کی بازیافت کا شوق ہے۔یوں وہ اپنی کہانیوں میں یادوں کی بازیافت کے ساتھ ساتھ خود بھی ماضی میں جیتے ہیں۔مخصوص فکری رویے، بچپن کی یادوں کی بازیافت، کلچرل اور وراثتی اثرات سب باہم یکجا ہو کر مارکیز کے اسلوب کو طلسماتی ندرت عطا کرتے ہیں جو ان کے بیانیہ کا امتیازی وصف تخلیق کرتا ہے۔یہاں تک کے اسلوبِ تحریر کے حوالے سے بھی وہ یادوں کی بازیافت، گزرے ہوؤں کے لب و لہجے کو ہی معیار بناتے ہیں۔اپنے معروف ناول ''تنہائی کے سو سال'' میں کہانی سنانے کے انداز سے متعلق لکھتے ہیں:

> ''تنہائی کے سو سال'' کو جب میں نے پہلی بار لکھا تو اسے میں نے کہانی ہی کہا تھا مگر اس کہانی سے میں مطمئن نہیں تھا۔کیوں کہ دادی نے جس انداز سے کہانی سنائی تھی، اس کی میں پوری طرح عکاسی نہیں کر سکا تھا۔تب میں نے طے کیا کہ اس انداز میں پوری طرح عکاسی کرنے کے بعد ہی میں اسے لکھوں گا۔''(۵)

کسی علاقے کے ادب، مصوری، موسیقی کا مخصوص اسلوب مختلف تہذیبی ہیئتوں کے اشتراکِ عمل سے پیدا ہوتا ہے اور یہی اسلوب جمالیاتی اظہار کا مظہر بھی ہے یا یوں کہا جا سکتا ہے کہ جمالیاتی اظہار مختلف تہذیبی ہیئتوں کے باہم یکجا ہونے سے اسلوب پذیر ہوتا ہے۔مارکیز کے ہاں حقیقت کو دیکھنے کا بھی ایک مخصوص تخیلی اور طلسماتی انداز ہے۔اس طلسماتی اندازِ نظر میں تہذیب کی مختلف النوع ہیئتوں کی

کارفرمائی ہے۔ جہاں افریقی مقامی تہذیبی ہیئتیں بہت منفرد اور مضبوط ہیں۔ وہ اپنے طلسماتی اسلوب میں تہذیبی ہیئتوں کو کلچر کے مختلف النوع عناصر کے یکجا ہونے سے مشروط کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ تخلیق کار کی مخصوص طرزِ زندگی اسلوب کے انتخاب پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ مارکیز مارلائز سائمنز کو انٹرویو دیتے ہوئے کہتے ہیں:

"آدمی اسلوب کا انتخاب نہیں کرتا۔ ہاں، غور وفکر سے جاننے کی کوشش کی جا سکتی ہے کہ ایک خاص موضوع کے لیے سب سے بہتر اسلوب کیا ہوگا۔ اسلوب کا تعین موضوع سے ہوتا ہے۔ اپنے عہد کے مزاج سے ہوتا ہے۔ اگر میں ایسا اسلوب اختیار کروں جو موزوں نہ ہو تو بات نہیں بنے گی۔ نقاد اس پر طرح طرح کے نظریے پیش کریں گے اور وہ کچھ دیکھ لیں گے جو میرے وہم وگمان میں بھی نہیں ہے۔"(۶)

مارکیز اپنی تخلیقات کے لیے ایک مخصوص اور خاص تنقیدی رویہ رکھتے ہیں۔ وہ حقیقت کے جامد اور محدود وژن کو تخلیقی اعتبار سے ناپسند کرتے ہیں اور ان کتابوں کو جو اپنے آخری صفحے پر ختم ہو جاتی ہیں، بہت محدود کن پاتے ہیں۔ اسی طرح وہ عالمگیر فکری رویے کے حامل ہیں کیونکہ وہ کولمبیا کی سیاسی استبداد اور ملک کی سماجی و سیاسی حقیقت کو موضوع بنانے کے بجائے پوری موجودہ اور آئندہ دنیا کی حقیقت کو منعکس کرنا چاہتے ہیں۔ خصوصاً زندگی کی حقیقت کو منعکس کرنا اُن کا ادبی رویہ کہا جا سکتا ہے۔ وہ زندگی کی کسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے تحقیر وطرف داری کے پہلو سے بچتے ہیں۔ اگرچہ وہ ذاتی سیاسی انتخاب کے حق کو محفوظ رکھتے ہیں لیکن ادب میں سیاسی وابستگی یا "وابستہ ادب" کو درست نہیں سمجھتے۔ "فوری سیاسی حقیقت سے وابستگی" اور "حقیقت سے وابستگی" دونوں میں بنیادی فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے وہ ادیب سے حقیقت سے وابستہ ہونے کے متقاضی ہیں۔ اس طرح وہ تخیل اور فینٹسی میں بھی حدِ امتیاز کا احساس پیدا کرتے ہیں۔ مارکیز تخلیق میں تخیل کی اہمیت کے قائل ہیں جبکہ فینٹسی کو تخلیقی سطح پر رد کرتے ہیں کیونکہ یہ حقیقت سے دور کرنے والا رویہ ہے اور اس طرح تحریر انتشار اور لغویت کا شکار ہو جاتی ہے۔ اگرچہ ادب کو ہتھیار کے طور پر استعمال نہیں کیا جانا چاہیے لیکن نہ چاہنے کے باوجود بھی کسی ادیب کا نظریاتی موقف اس کی تحریر سے ناگزیر طور پر منعکس ہو جاتا ہے۔ کولمبیا کے باشندے جو اساطیر، روایات، عقائد کو بہت فطری انداز میں روزمرّہ زندگی کا حصہ بنا لیتے ہیں، مارکیز اسے بھی زندگی کی حقیقت سے وابستہ کرتے ہیں۔ اس سے قطع نظر کہ اساطیر، روایات وعقائد کا حقیقت سے براہِ راست کیا تعلق ہے؟ مارکیز اس کا زندگی اور باشندوں سے حقیقی رشتہ تلاش کرتے ہیں۔ ایسی اساطیر، روایات، عقائد، شگون، پیش قیاسیاں اور وہم جو کولمبیا کے باشندوں کی زندگی کے روزمرّہ میں فطری انداز میں داخل ہو گئی ہیں، مارکیز اسے مستند طور پر

حقیقی زندگی کا حصہ سمجھ کر بیان کرتے ہیں ۔اس سے قطع نظر کہ ان کے استناد کی حقیقی سطح کیا ہے؟

عقلیت پسند اور اسٹائلسٹ لوگ حقیقت کے محدود تصور کے قائل ہیں جبکہ مارکیز ان مغالطوں یا عدم تناسب کو جو ان کی تحریروں میں موجود ہے، اسے وسیع وعریض کرۂ ارض کی حقیقت کی ایک جہت تصور کرتے ہیں ۔یہاں تک کہ ان کے ہاں مافوق الفطرت عناصر بھی حقیقت کی جہات میں شامل ہے۔ اگر چہ ایک خاص اور مخصوص تہذیبی دائرے میں قید ادیب اور قاری حقیقت کا محدود تصور رکھتے ہیں جو کسی دوسری تہذیب کے مافوق الفطرت عناصر کو غیر حقیقی تصور کرتے ہیں ۔یہاں مارکیز کا بنیادی نقطۂ نظر یہ ہے کہ دنیا میں ایسی حیرت انگیز حقیقتیں ہیں جن کا بیانیہ فینٹسی معلوم ہوتا ہے ۔مارکیز اظہار کے ایسے ذریعوں کا بھی متمنی ہے جو نا قابلِ یقین حقائق کو بھی قاری کے لیے پر یقین بنا سکے ۔مارکیز کی تخلیقات نے جس طرح عالمی ادب اور فکر میں گراں قدر اضافہ کیا اور دنیا کے ہر خطے میں بسنے والے قاری کو گرد و پیش کی حیرت انگیز حقیقتوں کا ادراک بخشا ہے، اسی طرح ان کے اسلوب نے حقائق کے اَن ہونے پن کا یقین بھی دلایا ہے ۔بطور صحافی ، یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ گارسیا کا تعلق کبھی حقیقی دنیا سے نہیں ٹوٹا ۔کیونکہ اکثر ادیبوں کو حقیقت کو بیان کرنے کی خواہش ایک غیر حقیقی نظریے کی طرف لے جاتی ہے ۔

گارسیا کے مطابق ابتدائی کہانیاں چونکہ نوجوانی میں لکھی گئی ہوتی ہیں اس لیے وجدانی اور جذباتی کیفیت کے تحت ادیب اپنے آپ کو واقعات کے حوالے کر دیتا ہے لیکن ناول نگار کے لیے تکنیک سیکھنا اس لیے اشد ضروری ہے کیونکہ وجدانی کیفیت کا زور جلد ٹوٹ جاتا ہے پھر فکشن نگار کی رہنمائی تکنیک ہی کرتی ہے اس لیے پلاٹ کی تشکیل ایک مخصوص تکنیک ہے۔ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے گارسیا آمد اور وجدان دونوں کا فرق واضح کرتے ہیں اور آمد کو موضوع کے تعین کے بعد قابلِ عمل سمجھتے ہیں ۔وہ لکھتے ہیں:

> ''وجدان جو ادب لکھنے کے لیے بہت بنیادی ہے، ایک خاص صنعت ہے جس کے ذریعے آپ حقیقت کی تہہ تک کسی سائنسی علم یا کسی بھی علم کے بغیر پہنچ سکتے ہیں ۔کششِ ثقل کا قانون سمجھنے کا سب سے آسان طریقہ وجدان کا راستہ ہے۔ یہ شعوری جدوجہد کے بغیر تجربے کی اصل تک پہنچنے کا نام ہے ۔ناول نگار کے لیے وجدان ایک بنیادی چیز ہے اور اصل میں یہ انٹلیکچوئیل ازم کی اس قسم کے برعکس ہے جس میں حقیقی زندگی کو ایک کرخت تھیوری میں بند کر دیا جاتا ہے اور میں اس سے نفرت کرتا ہوں ۔وجدانی کیفیت کا فائدہ یہ ہے کہ یا تو یہ موجود ہے یا نہیں ۔''(۷)

تجریدیت فکشن میں ایک اہم فنی خوبی تصور کی جاتی ہے لیکن گارسیا اسے پسند نہیں کرتے چونکہ وہ

خود کو ایک حقیقت نگار کہتے ہیں اس لیے وہ تجریدیت سے دور رہنے کو اہمیت دیتے ہیں وہ اپنے نظریات کو مثالوں کے ذریعے پیش کرنے کے عادی ہیں اور اسے ہی فکشن کے لیے بہتر خیال کرتے ہیں ۔فنی اور ادبی مسائل سے بحث کرتے ہوئے گارسیا کا خیال ہے کہ کسی خیال کے بغیر کہانی لکھنے کی کوشش ایک نا کام جدوجہد ہے ۔ جب خیال اچانک افسانہ نگار کو اپنی گرفت میں لیتا ہے تو وہ لمحۂ تخلیق ہے جس پر کہانی کی عمارت اٹھائی جا سکتی ہے لیکن ہم کبھی اس کی وضاحت نہیں کر سکتے کہ خیال اچانک کہاں سے وارد ہوتا ہے ۔لیکن گارسیا کا فکری معاملہ دیگر فکشن نگاروں سے ذرا مختلف ہے ، ان کی فنی اپچ کسی عکس سے شروع ہوتی ہے ، کوئی خیال یا تصور اس کا منبع نہیں بنتا ۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ گارسیا آرٹ اور خصوصاً مصوری سے بہت قلبی لگاؤ رکھتے تھے ۔" عکس میرے ذہن میں نشوونما پاتا ہے تا وقتیکہ پوری کہانی اس طرح متشکل ہو جاتی ہے جس طرح حقیقی زندگی میں ہوتی ہے ۔" (۸)

کہانی کو پیش کرنے کے لیے کہانی کار ساخت کا موزوں استعمال کرتا ہے کیونکہ ساخت کے تعین کے بغیر کہانی نہیں لکھی جا سکتی ۔گارسیا بھی ساخت کے تعین کے بعد ہی خیال کو کہانی کی صورت میں ضابطۂ تحریر میں لاتے ہیں ۔

کیونکہ گارسیا صحافت کو اظہارِ حقیقت کا ذریعہ سمجھتے ہیں اس لیے وہ صحافت کو ادبی صنف قرار دیتے ہیں ۔دوئم وہ تجربے کو ادب کے لیے ضروری خیال کرتے ہیں اور صحافت میں بھی تجربے کی اہمیت مقدم ہے ۔غیر متوقع طور پر ادیب خیال کو تحریر کرنے اور صحافی خبر کو بیان کرنے میں مسرت محسوس کرتا ہے ۔ چنانچہ وہ فکشن اور صحافت کا مزاج یکساں سمجھتے ہیں :

> " اب یہ میری بدقسمتی ہے کہ لوگ میری صحافت میں یقین نہیں رکھتے ، اسے من گھڑت سمجھتے ہیں ۔لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں صحافت میں کچھ گھڑتا ہوں نہ فکشن میں ۔فکشن میں حقیقت کو جوڑنا توڑنا پڑتا ہے کہ فکشن کا مقصد ہی یہ ہے ۔"(۹)

کہانی یا ادب میں زندگی کی زیریں لہریں موجود ہوتی ہیں ۔گارسیا کی کہانیوں میں بھی زندگی کی سچائیوں کی زیریں سطح موجود رہتی ہے لیکن ان کا اسلوبِ تحریر کسی واقعے کو انتہائی باریک بینی اور جزویات کے ساتھ پیش کرتا ہے ۔گارسیا کہانی سناتے ہوئے تمام تر جزویات کو اہمیت دیتے ہیں ۔اس طرح ایک عجیب وغریب واقعہ بھی حقیقت کا روپ دھار لیتا ہے ۔گارسیا کا خیال ہے کہ صحافت نے ان میں یہ تجرباتی مہارت پیدا کی ہے کہ نا قابلِ یقین واقعے کو بھی قابلِ یقین بنایا جا سکتا ہے ۔" دراصل میری تمنا رہی ہے کہ ایسی صحافت سے وابستہ رہوں جو حقیقت پر مبنی ہو مگر سننے میں پریوں کی کہانی جیسی لگے ۔" (۱۰) صرف یہ کہنا کہ وہ ایسے طلسماتی اسلوب میں دلچسپی لیتے ہیں جو حقیقت اور سچائی کو طلسماتی بنا دے یقیناً غلط

ہو گا کیونکہ گارسیا کا کہنا ہے کہ واقعہ یا موضوع اسلوب کا تعین کرتے ہیں ۔اس اعتبار سے دیکھا جائے تو ان کے موضوعات اور کہانی کا مواد بھی عجیب وغریب مافوق الفطرت ہوتا ہے ۔اسلوب بیان ہمیشہ واقعے کی نوعیت اوراس کی مختلف سطحوں کے مطابق ہوتا ہے ۔گارسیا نے اپنے موضوعات کے چناؤ کے لیے سچائی کو ہی شرطِ اول قرار دیا ہے ۔مختلف واقعات کی سچائی کا جواز تلاش کرتے ہوئے ان کا کہنا کسی حد تک درست ہے کہ سچائی کی مختلف تہذیبوں میں مختلف سطحیں ہوتی ہیں ۔ان کا ادراک ایک مشکل امر ہے ۔اس طرح وہ اپنی فکشن کے لیے غیر حقیقی کی اصطلاح استعمال کرنا پسند نہیں کرتے ۔لیکن دوسری طرف اپنے قاری کو یہ یقین دلانے میں بھی ناکام نظر آتے ہیں کہ اُن کی فکشن حقیقت کا محض ایک انوکھا اظہار ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) گارشیا مارکیز، ادب بڑھئی گری سے زیادہ کچھ نہیں ۔! (انٹرویو)، انٹرویوکنندہ، پیٹرایچ اسٹون، مترجم: قاسم ندیم، مشمولہ: کہانی گھر، لاہور، جلد ۸، شمارہ ۱، اکتوبر تا دسمبر، ۲۰۱۱ء، ص ۴

(۲) ایضاً، ص ۴

(۳) گیبریل گارشیا مارکیز، تنہائی کے سو سال، ترجمہ: ڈاکٹر نعیم کلاسرا، فکشن ہاؤس، کراچی، ۲۰۱۵ء، ص ۳۵_۳۹

(۴) گارشیا مارکیز، گارسیا مارکیز سے مکالمہ، (انٹرویو)، انٹرویوکنندہ، مارلائز سائمنز، مترجم: راشد مفتی، مشمولہ: امر بیل (نوبل کہانی نمبر)، لاہور، جلد ۸، شمارہ ۲-۳، فروری تا مارچ ۲۰۰۵ء، ص ۳۷

(۵) گارشیا مارکیز، ادب بڑھئی گری سے زیادہ کچھ نہیں (انٹرویو)، انٹرویوکنندہ: پیٹرایچ اسٹون، مترجم: قاسم ندیم، ایضاً، ص ۳۹

(۶) گارشیا مارکیز، گارسیا مارکیز سے مکالمہ، (انٹرویو)، انٹرویوکنندہ، مارلائز سائمنز، مترجم: راشد مفتی، ایضاً، ص ۳۷

(۷) گارشیا مارکیز، گیبریئل گارسیا مارکیز سے ایک انٹرویو، (انٹرویو)، انٹرویوکنندہ، پیٹرایچ اسٹون، مترجم: مظفر اقبال، مشمولہ: ادبِ لطیف، لاہور، جلد ۴۸، شمارہ ۸ _۷، ۱۹۸۲ء، ص ۱۷

(۸) گارشیا مارکیز، گارسیا مارکیز سے مکالمہ، ایضاً، ص ۳۸

(۹) گارشیا مارکیز، گارسیا مارکیز سے مکالمہ، ایضاً، ص ۲۷

(۱۰) گارشیا مارکیز، ادب بڑھئی گری سے زیادہ کچھ نہیں ۔! ایضاً، ص ۴